اسلام اور
جدید معیشت و تجارت

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد :

موجودہ دور میں وسیع پیمانے کی تجارت و صنعت نے معاملات کی نئی نئی صورتیں اور ان سے متعلق نئے نئے مسائل پیدا کئے ہیں جن پر دنیا بھر میں غور ہو رہا ہے' اور ان کے مختلف حل سامنے لائے جارہے ہیں۔ یہاں تک کہ تجارت و معیشت نے مستقل علوم کی حیثیت اختیار کرلی ہے جن کی تعلیم عصری درس گاہوں میں دی جارہی ہے۔

الحمد للہ' کچھ عرصے سے مسلمانوں میں یہ شعور پیدا ہونے لگا ہے کہ مغربی استعمار نے جو معاشی نظام عالم اسلام پر مسلط کیا ہے' اس کی خرابیوں سے نجات حاصل کرکے اپنی معاشی سرگرمیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے ۔ یہ فکر انفرادی اور اجتماعی سطح پر عالم اسلام کے ہر حصے میں بفضلہ تعالیٰ فروغ پارہی ہے ۔ انفرادی سطح پر وہ مسلمان تاجر اور صنعتکار جو دین پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں' اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اپنا کاروبار حتی الامکان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چلائیں ۔ اور اجتماعی سطح پر بھی یہ کوششیں مختلف ملکوں میں جاری ہیں کہ معیشت کو اسلامی احکام کے تابع بنایا جائے ۔

ان دونوں قسم کی کوششوں کو قرآن و سنت اور اسلامی فقہ میں بصیرت رکھنے والے اہل علم کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے ۔ لیکن مغربی استعمار کے دور میں علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہوگئی ہے کہ دونوں کے سوچنے کا انداز' دونوں کی زبان اور دونوں کی اصطلاحات اتنی مختلف ہیں کہ ایک کو دوسرے کی بات سمجھنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے' اس لئے ان مسائل پر باہمی گفتگو اور افادہ و استفادہ کی راہ میں شدید رکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں ۔

کم از کم معاشی مسائل کی حد تک اس خلیج کو دور کرنے ' دونوں طبقوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور دونوں کے درمیان افہام و تفہیم کا راستہ کھولنے کیلئے "مرکز الاقتصاد الاسلامی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس نے دار العلوم کراچی کے تعاون سے متعدد تربیتی کورس منعقد کئے ۔ کچھ تربیتی کورس تاجروں' صنعتکاروں' مالیاتی اداروں اور معیشت کے دوسرے شعبوں سے متعلق افراد کیلئے منعقد کئے گئے جن میں انہیں تجارتی معاملات سے متعلق بنیادی اسلامی احکام سے روشناس کرایا گیا ۔ یہ کورس اس لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ انتہائی کامیاب رہے کہ ان میں معیشت کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد نے انتہائی دلچسپی اور انہماک کے ساتھ شرکت کی' اور اپنے اپنے شعبے سے متعلق بنیادی اسلامی احکام سے آگاہ ہوئے ۔ ان کورسوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے ۔

دوسری طرف کچھ کورس علماء کرام اور خاص طور پر فتویٰ سے تعلق رکھنے والے حضرات کیلئے منعقد کئے گئے جن میں انہیں معیشت کے موجودہ تصورات اور عصر حاضر میں کاروبار کی مختلف صورتوں کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کی گئیں ۔ مقصد یہ تھا کہ تجارت و معیشت کے جن مسائل کا براہ راست تعلق فقہ سے ہے' ان کی موجودہ صورت حال وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ان کے علم میں آئے' تاکہ وہ اسے کما حقہ سمجھ کر اس کا فقہی حکم واضح کر سکیں ۔

اس مقصد کیلئے انہیں پورا علم معاشیات یا پورا علم تجارت سکھانے کی ضرورت نہیں تھی' بلکہ ان دونوں کے صرف ان مباحث کا انتخاب پیش نظر تھا جو ان کی مذکورہ ضرورت کو پورا کر سکے ۔ دوسری طرف ان کے سامنے ان موضوعات کی تفہیم کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی شخص ان کے جانے پہچانے اسلوب اور ان کی اپنی زبان میں ان مسائل کی وضاحت کرے ۔

لہٰذا بعض ابتدائی تجربوں کے بعد احقر نے یہ فیصلہ کیا کہ اس درس کی ذمہ داری میں خود اٹھاؤں' تاکہ مذکورہ دو ضرورتیں پوری ہو سکیں ۔ لیکن چونکہ معیشت و تجارت میرا اختصاصی موضوع نہیں ہے' اس لئے میں نے اپنے دو محترم دوستوں سے درخواست کی کہ وہ احقر کی معاونت کیلئے درس کے دوران موجود رہیں' تاکہ اگر میں کہیں غلطی کروں تو اس کی اصلاح کر دیں' اور بوقت ضرورت اضافی وضاحتیں بھی پیش کر سکیں ۔

ان میں سے ایک جناب ڈاکٹر ارشد زمان صاحب تھے جو ہمارے ملک کے ممتاز ماہرین معاشیات میں سے ہیں' اور عرصۂ دراز تک ہماری وزارت خزانہ میں چیف اکنامسٹ کے منصب پر فائز رہے ہیں ۔ وہ ماشاء اللہ پورے کورس میں ۔ جو رجب ۱۴۱۳ھ

میں تقریباً چار ہفتے دار العلوم کورنگی میں جاری رہا۔ یہ نفس نفیس موجود رہے' اور متعدد مواقع پر انہوں نے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ بالخصوص شرح مبادلہ کے مختلف نظاموں کے تعارف اور مالیات عامہ کے موضوعات پر انہوں نے باقاعدہ لیکچر بھی دیئے۔

دوسرے جناب سید محمد حسین صاحب تھے جو ہمارے ملک کے ممتاز چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں' اور اس حوالے سے ملک بھر میں معروف ہیں' وہ آج کل انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کے چیئرمین بھی ہیں' اور مرکز الاقتصاد الاسلامی کے وائس چیئرمین بھی۔ انہوں نے بھی کورس کے ایک بڑے حصے میں شرکت فرمائی' اور اپنی معلومات سے احقر کی اور حاضرین کی رہنمائی کی' خاص طور پر "کمپنی کے حسابات" کے موضوع پر باقاعدہ لیکچر دیا۔

ان دو حضرات کی موجودگی احقر کیلئے بہت تقویت اور ہمت افزائی کا باعث بنی' اور اس طرح یہ کورس بفضلہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

یہ کورس چونکہ ایک تجرباتی نوعیت کا تھا' اس لئے اسے دار العلوم کے اساتذہ اور تخصص کے طلبہ کی حد تک ہی محدود رکھا گیا تھا۔ البتہ فیصل آباد سے مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب نے بھی جو دار العلوم کے تخصص فی الافتاء کے فاضل ہیں' اور آج کل جامعہ امدادیہ میں استاذ حدیث اور مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں' اس میں شرکت فرمائی' اور انہوں نے ہی اس پورے درس کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے تحریری شکل میں محفوظ کیا۔

چونکہ حاضرین نے اس کورس کی بہت افادیت محسوس کی' اس لئے اگلے سال یعنی جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ میں اسی قسم کے ایک اور کورس کا اہتمام کیا گیا جس میں شرکت کیلئے ملک کے منتخب دینی اداروں کے اساتذہ اور مفتی حضرات کو بھی دعوت دی گئی۔ چنانچہ اس کورس میں شرکت کیلئے ڈیرہ اسماعیل خان سے لیکر کراچی تک کے ممتاز دینی اداروں کے اساتذۂ کرام' مفتی حضرات اور اہل علم دار العلوم کورنگی میں تشریف لائے' باہر سے تشریف لانے والوں کی تعداد پچاس تھی' ان کی سہولت کیلئے درس کا روزانہ دورانیہ بڑھا کر کورس کو دو ہفتوں میں سمیٹا گیا۔ اور اس مرتبہ بھی یہ خدمت احقر نے انجام دی۔ درس کے اختتام پر امتحان بھی ہوا' اور "مرکز الاقتصاد الاسلامی" کی طرف سے اس کی سند بھی جاری کی گئی۔

اس دوسرے کورس کے موقع پر احقر کو پچھلے تجربے اور نئے حالات کی روشنی میں درس کے موضوعات اور مضامین میں حذف و اضافہ کا بھی موقع ملا' اور اس طرح یہ دوسرا دورہ بحمد اللہ پہلے سے بھی زیادہ کامیاب اور مفید رہا۔

احباب کی طرف سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس درس کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے 'تاکہ وہ حضرات بھی اس سے متعارف ہو سکیں جو کورس میں شریک نہیں ہو سکے ' نیز یہ تقاریر ایک مستقل افادیت کی حامل ہو سکیں - احقر اپنی مصروفیات کی بناء پر ان تمام تقاریر کو ضبط تحریر میں لانے سے قاصر تھا - لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب نے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے جو تحریر تیار کی ہے 'اسے شائع کر دیا جائے - چنانچہ جو کتاب اس وقت آپ کے سامنے ہے 'بنیادی طور پر یہ وہی تحریر ہے - البتہ احقر نے اس پر نظر ثانی کر کے مناسب ترمیم و اضافہ کیا ہے - اور اب اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر شائع کیا جارہا ہے 'لیکن اس تحریر کے بارے میں مندرجہ ذیل امور ذہن میں رکھنے ضروری ہیں :

۱) ---- یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے 'بلکہ سلسلہ وار تقاریر کا مجموعہ ہے - مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب نے یہ تقاریر لفظ بہ لفظ مرتب نہیں کیں 'بلکہ تقاریر کا خلاصہ اور مغز اپنے الفاظ میں مرتب کیا ہے - لہٰذا انداز بیان میں اختصار ملحوظ رہا ہے - اور فاضل مرتب نے طویل بحثوں کو مختصر الفاظ اور تعبیرات میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے 'اس لئے عام قاری بعض جگہ شاید گنجلک محسوس کرے ' لیکن امید ہے کہ اہل علم اسے قدرے توجہ سے پڑھیں گے تو انشاء اللہ سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی -

۲) ---- ان تقاریر کے براہ راست مخاطب علماء کرام تھے 'اس لئے خاص طور پر فقہی بحثوں میں فقہی اصطلاحات بکثرت استعمال ہوئی ہیں - اور مضامین کا انتخاب بھی انہی کی ضرورت کے مطابق کیا گیا ہے -

۳) ____ اگرچہ اس درس کا بنیادی مقصد موجودہ معیشت اور تجارت و صنعت کے اہم اجزاء کا تعارف تھا 'تاکہ علماء کرام کیلئے ان مسائل پر غور و فکر اور تحقیق آسان ہو جائے ' لیکن چونکہ پچھلے تقریباً دس بارہ سال سے یہ مسائل خود احقر کے غور و تحقیق کا موضوع رہے ہیں ' اس لئے شرکاء درس کی خواہش تھی کہ میں ان مسائل کے بارے میں اپنی سوچ کا خلاصہ بھی ان کی خدمت میں پیش کروں 'اس لئے ان مسائل پر احقر نے فقہی حیثیت سے بھی گفتگو کی ہے -

اس گفتگو کے بارے میں احقر نے شرکاء درس پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ اس کی حیثیت محض ایک سوچ کی ہے - اور اسے اسلئے پیش کیا جارہا ہے کہ اہل علم اس پر غور فرما سکیں - ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا صریح حکم کتاب و سنت یا فقہ میں موجود نہیں ہے - اس لئے ان میں اجتماعی غور و تحقیق و استنباط کی ضرورت ہے - لہٰذا ان تقاریر میں کسی بھی مسئلے سے متعلق جو فقہی گفتگو کی گئی ہے ' وہ اس موضوع پر حرف آخر نہیں ہے ' یہ مسائل اس لئے چھیڑے گئے ہیں تاکہ ان پر بحث و نظر کا دروازہ کھلے 'احقر کی

یہ سوچ احقر کے ذاتی رجحان اور میلان کی آئنہ دار ضرور ہے۔ لیکن اسے ہر مسئلے میں احقر کی طرف سے حتمی فتویٰ بھی سمجھنا نہیں چاہئے۔

ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائیگا تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب فائدے اور دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی۔ اگر اہل علم حضرات اسے پڑھ کر ان مسائل پر۔ جو اس وقت پورے عالم اسلام کو درپیش ہیں۔ امت مسلمہ کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہوگئے تو میں سمجھونگا کہ بلفضلہ تعالیٰ یہ محنت ٹھکانے لگی ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح فہم عطا فرمائیں' اور اس پر عمل کرنے اور روئے زمین پر اسے عملاً قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۱۲ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

محمد تقی عثمانی
دارالعلوم کراچی ۱۴

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر
حرف آغاز	۱۵
مضمون کا تعارف اور اس کی ضرورت	۱۷
نظامہائے معیشت اور ان پر تبصرہ	۱۹
بنیادی معاشی مسائل	"
ترجیحات کا تعین(Determination of Priorities)	۲۰
وسائل کی تخصیص(Allocation of Resources)	"
آمدنی کی تقسیم(Distribution of Income)	۲۱
ترقی (Development)	"
سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism)	۲۲
وسائل کی تخصیص(Allocation of Resources)	۲۳
سرمایہ دارانہ نظام کے اصول	۲۵
ذاتی ملکیت(Private Property)	۲۶
ذاتی منافع کا محرک(Profit Motive)	"
حکومت کی عدم مداخلت(Laissez Faire)	"
اشتراکیت (Socialism)	۲۸
اشتراکیت کے بنیادی اصول	۳۰
اجتماعی ملکیت(Collective Property)	"
منصوبہ بندی(Planning)	"
اجتماعی مفاد(Collective Interest)	۳۱
آمدنی کی منصفانہ تقسیم(Equitable Distribution of Income)	"
دونوں نظاموں پر تبصرہ	۳۲
اشتراکی نظام پر تبصرہ	"
سرمایہ دارانہ نظام پر تبصرہ	۳۴
معیشت کے اسلامی احکام	۳۸

مضمون	صفحہ نمبر
خدائی پابندی	۴۰
ریاستی پابندیاں	۴۱
اخلاقی پابندیاں	۴۲
مختلف نظامہائے معیشت میں دولت کی پیدائش اور تقسیم	۴۴
پیدائش دولت (Production of Wealth)	″
تقسیم دولت (Distribution of Wealth)	″
مبادلۂ دولت (Exchange of Wealth)	۴۵
صرف دولت (Consumption of Wealth)	″
پیدائش اور تقسیم کا سرمایہ دارانہ نظام	″
زمین (Land)	″
محنت (Labour)	″
سرمایہ (Capital)	″
آجر (Entreprencur)	۴۶
اشتراکی نظام میں پیدائش و تقسیم	″
اسلامی تعلیمات	۴۷
پیدائش دولت پر تینوں نظاموں کے مجموعی اثرات	۴۹
تقسیم دولت پر تینوں نظاموں کے اثرات	۵۱
کاروبار کی مختلف اقسام (Different Kinds of Business)	۵۵
کمپنی کا تعارف	″
کمپنی کی تشکیل	۵۶
کمپنی کا سرمایہ	۵۷
کمپنی کے حصص	۵۸
کمپنی کا انتظامی ڈھانچہ	۶۰
منافع کی تقسیم	″
”لمیٹڈ“ کمپنی کا تصور	۶۱
پرائیوٹ کمپنی	″
شرکت اور کمپنی میں فرق	″
کمپنی کے لئے فنڈز کی فراہمی	۶۳

مضمون	صفحہ نمبر
کمپنی کے حسابات	۶۶
تختۂ توازن (Balance Sheet)	"
اثاثے (Assets)	۶۷
ذمہ داریاں (Liabilities)	۶۸
صافی مالیت (Net Worth)	"
نفع نقصان کا میزانیہ	"
بازار حصص (Stock Exchange)	۷۰
تعارف و ضرورت	"
ممبر شپ	۷۱
اسٹاک ایکسچینج میں دلالی	"
مارکیٹ آرڈر (Market Order)	"
لمیٹڈ آرڈر (Limited Order)	"
اسٹاپ آرڈر (Stop Order)	"
شیئرز کی قیمتوں کا تعین	۷۲
خریدار حصص کی قسمیں	"
شیئرز کی خرید و فروخت کا طریق کار	"
حاضر اور غائب سودے (Spot and Forward)	۷۳
اجناس میں حاضر اور غائب سودے	۷۴
بیع الخیارات (Option)	۷۶
السوق المالیة (Financial Market)	"
کمپنی پر ایک نظر شرعی حیثیت سے	۷۹
"شخص قانونی" کے نظائر	۸۰
وقف	"
بیت المال	"
ترکة مستغرقة بالدین	۸۱
خلطة الشیوع	"
محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت	"
لمیٹڈ کمپنی کی فقہی نظیر	۸۳

مضمون	صفحہ نمبر
کمپنی کے چند جزوی مسائل	۸۳
"Under Writing" کی شرعی حیثیت	"
شیئرز کی شرعی حیثیت اور ان کی خرید و فروخت	۸۵
شیئرز کی بیع و شراء کی شرائط	۸۶
شیئرز سے تجارت کا حکم	۸۹
شیئرز پر زکواۃ	۹۲
نظام زر (Monetary System)	۹۵
زر کی تعریف	"
زر اور کرنسی میں فرق	"
زر کا ارتقاء اور مختلف نظامہائے زر	۹۶
شرح مبادلہ کا تعین	۹۸
بریٹن ووڈز کانفرنس کے تین ادارے	۹۹
عالمی مالیاتی فنڈ (I.M.F)	۱۰۰
عالمی بنک (World Bank)	۱۰۱
بریٹن ووڈز کا نظام شرح مبادلہ	۱۰۲
بریٹن ووڈز کے نظام کا زوال	۱۰۳
کاغذی نوٹ کی حیثیت اور اس کے فقہی احکام	۱۰۴
نوٹ کی فقہی حیثیت	۱۰۵
قدر زر افراط و تفریط زر اور قیمتوں کا اشاریہ	۱۰۸
قیمتوں کا اشاریہ	"
افراط زر کا ادائیگیوں پر اثر	۱۱۰
بنکاری (Banking)	۱۱۵
بنک کی تعریف	"
بنک کی تاریخ	"
بنک کا قیام	"
بنک کے وظائف	۱۱۶
تمویل (Financing)	۱۱۷
قرض دینے کا طریق کار	"

مضمون	صفحہ نمبر
بنک کی اقسام (باعتبار تمویل)	۱۱۸
در آمد ، بر آمد میں بنک کا کردار	۱۱۹
ایل سی پر فیس	۱۲۰
بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange)	۱۲۲
تخلیق زر کا عمل	۱۲۳
مرکزی بنک (Central Bank)	۱۲۶
مرکزی بنک کے وظائف	〃
ٹریژری بل (Treasury Bill)	۱۲۸
دیگر مالیاتی ادارے	۱۳۰
ترقیاتی تمویلی ادارے (Development Financial Institution)	〃
سودی بنکاری کا متبادل نظام	۱۳۳
بینکنگ کا شرعی طریق کار	۱۳۴
بنک اور ڈپازیٹر کا تعلق	۱۳۵
اسلام کے طریقہ ہائے تمویل	۱۳۷
شرکت و مضاربت	〃
شرکت و مضاربت میں دشواریاں	۱۳۸
اجارہ	۱۳۹
مرابحہ موجلہ	۱۴۰
مروجہ مرابحہ میں شرعی خامیاں	۱۴۱
دین کا وثیقہ	۱۴۳
ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ	۱۴۴
قبل از وقت ادائیگی کی صورت میں دین میں کمی کرنا	۱۴۵
اسلامی طریقہ ہائے تمویل کی جزوی تطبیق	۱۴۶
در آمد میں اسلامی بنکوں کا کردار	۱۴۷
بر آمد میں اسلامی بنکوں کا کردار	۱۴۸
"اعادۃ تمویل الصادرات" کا حکم	۱۵۲
غیر مصرفی مالیاتی اداروں کا شرعی حکم	۱۵۳
نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ (N.I.T)	〃

مضمون	صفحہ نمبر
انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان (I.C.P)	۱۵۶
اسمال انڈسٹریز فنانس کارپوریشن	"
ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (H.B.F.C)	"
بیمہ ، تامین (Insurance)	۱۵۹
بیمہ کا متبادل	۱۶۳
مالیات عامہ (Public Financing)	۱۶۴
اخراجات	"
آمدنی	۱۶۵
محصولاتی آمدنی	"
غیر محصولاتی آمدنی	"
خسارہ اور خساراتی تمویل	۱۶۶
خساراتی تمویل کا متبادل طریقہ	۱۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسوله
الکریم وعلی آله و اصحابه اجمعین

مضمون کا تعارف اور اس کی ضرورت

اس درس کا مقصد یہ ہے کہ جدید معاملات جس طریقے سے آج دنیا میں رائج ہیں اس کی کم ازکم اجمالی واقفیت طلبہ کو حاصل ہو جائے تاکہ ان معاملات کی حقیقت سمجھنے کے بعد ان کے بارے میں شرعی احکام کی تحقیق کی جا سکے' آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ

"من جهل باهل زمانه فهو جاهل"

(شرح عقود رسم المفتی ص ۹۸)

"جو آدمی اپنے اہل زمانہ سے واقف نہ ہو (یعنی اہل زمانہ کے طرز زندگی' ان کی معاشرت' ان کے معاشی معاملات اور ان کے مزاج و مذاق سے واقف نہ ہو) تو وہ جاہل ہے"

ایک عالم کیلئے جس طرح قرآن و سنت کے احکام سے واقف ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کیلئے زمانہ کے "عرف" اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے اس کے بغیر وہ شرعی مسائل میں صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ بات وضاحت کے ساتھ ملتی ہے کہ فقہ کی تدوین کے دوران وہ باقاعدہ بازاروں میں جاکر تاجروں کے پاس بیٹھتے' اور ان کے معاملات کو

سمجھتے تھے اور یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسے طریقے بازار میں رائج ہیں' ظاہر ہے کہ ان کا مقصد خود تجارت کرنا نہیں تھا' وہ صرف یہ جاننے کیلئے ان تاجروں کے پاس بیٹھتے تھے کہ ان کے کیا طریقے ہیں اور ان کے درمیان آپس میں کیا عرف رائج ہے؟ اس لئے کہ ان چیزوں سے واقفیت ایک عالم اور بالخصوص ایک فقیہ اور مفتی کے فرائض میں داخل ہے کہ جب اس کے بارے میں اس کے پاس سوال آئے تو وہ اس سوال کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو اس کے بغیر وہ صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتا ------- بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جب کسی علاقے یا کسی معاشرے میں ناجائز کاروبار کی کثرت ہو تو چونکہ عالم اور مفتی صرف فتویٰ جاری کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک داعی بھی ہوتا ہے اسلئے اس کا کام اس حد پر جاکر ختم نہیں ہوجاتا کہ وہ صرف اتنا کہہ دے کہ فلاں کام ناجائز اور حرام ہے' بلکہ بحیثیت داعی اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کام کو ناجائز اور حرام کہنے کے بعد یہ بھی بتائے کہ اس کا متبادل حلال طریقہ کیا ہے؟ وہ متبادل قابل عمل بھی ہونا چاہئے اور شریعت کے احکام کے مطابق بھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب ان کے پاس قید خانے میں بادشاہ کا پیغام پہنچا اور خواب کی تعبیر ان سے پوچھی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر تو بعد میں بتلائی کہ سات سال کا قحط آنے والا ہے لیکن اس قحط سے نجات حاصل کرنے کا راستہ پہلے بتا دیا چنانچہ فرمایا کہ

"فما حصدتم فذر و ہ في سنبلہ الا قلیلا مما تأکلو ن"

اس آیت سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ داعیٔ حق صرف حرام کام کو حرام کہہ دینے پر اکتفا نہ کرے یا صرف کسی مصیبت کو بیان کرنے پر اکتفاء نہ کرے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے بلکہ اپنے امکان کی حد تک اس سے نکلنے کا راستہ بھی بتائے اور یہ راستہ اسی وقت بتایا جا سکتا ہے جب آدمی معاملات اور حقائق سے واقف ہو' اسی بات کے پیش نظر یہ ضروری سمجھا گیا کہ معاملات جدیدہ کے متعلق ایک درس تخصص کے نصاب میں شامل ہو۔ معاشیات آجکل ایک مستقل فن بن چکا ہے اور اس کے متخصص ماہرین ہوتے ہیں' اس وقت فن معاشیات کو بتمام وکمال پڑھانا پیش نظر نہیں ہے' بلکہ اس کے ان حصوں سے آپ کو متعارف کرانا ہے جن کی ضرورت ایک عالم اور فقیہ کو بحیثیت فقیہ پیش آتی ہے' اور جس کے بارے میں بکثرت سوالات بھی آتے ہیں' اور ان کا جواب تلاش کرنا ہوتا ہے۔ عموماً ماہرین معاشیات ایک عالم کی ان ضروریات سے واقف نہیں ہوتے جن کی عالم کو تحقیق مسائل میں ضرورت پیش آتی ہے اس لئے میں نے خود ہی اس درس کا اہتمام کیا۔

نظامہائے معیشت اور ان پر تبصرہ

دنیا میں اس وقت جو مختلف معاشی نظام رائج ہیں ان میں دو نظام سب سے زیادہ نمایاں ہیں' ایک سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) جس کو عربی میں "الرأسمالية" کہتے ہیں' اور دوسرا اشتراکی نظام (Socialism) جس کو عربی میں "الاشتراكية" کہتے ہیں' اسی کی انتہائی صورت اشتمالیت (Communism) ہے جسے عربی میں "الشیوعیة" کہا جاتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ کاروبار یا معاملات ہو رہے ہیں وہ انہی دو نظاموں کے ماتحت ہو رہے ہیں' سوویت یونین کے زوال کے بعد اگرچہ سوشلزم ایک سیاسی طاقت کی حیثیت سے تو ختم ہو چکا اور اس کے ساتھ ہی اس نظریئے کی طاقت بھی کمزور پڑ گئی ہے لیکن ایک معاشی نظریہ کے اعتبار سے وہ دنیا کے معاشی نظریات میں اب بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے اس لئے اس کو سمجھنا بھی ضروری ہے' لہٰذا سب سے پہلے ان دو معاشی نظاموں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے اور پھر ان کے مقابلے میں اسلام کے وجوہ امتیاز کو بیان کیا جائیگا۔

بنیادی معاشی مسائل

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ معیشت کیا ہوتی ہے؟ اور اس کے بنیادی مسائل کیا ہوتے ہیں؟ آج جس کو ہم اردو میں "معاشیات" کہتے ہیں وہ درحقیقت انگریزی کے لفظ "اکنامکس" (Economics) کا ترجمہ ہے' اور دراصل "اکنامکس" کا صحیح ترجمہ "معاشیات" نہیں ہے' بلکہ اس کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو عربی میں لفظ "اقتصاد" سے کیا جاتا ہے اور اسی لفظ سے یہ بات نکل رہی ہے کہ یہ مفروضہ تمام معاشی افکار میں تسلیم کیا گیا ہے کہ "انسانی ضروریات اور خواہشات انسانی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہیں" اور "ضروریات" کا لفظ جب موجودہ معیشت میں استعمال ہوتا ہے تو اس میں خواہشات بھی داخل ہوتی ہیں۔ غرض انسانی وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں ضروریات اور خواہشات بہت زیادہ ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لا محدود ضروریات اور خواہشات کو محدود وسائل کے ذریعہ کس طرح پورا کیا جائے؟

"اقتصاد" اور "اکنامکس" کے یہی معنی ہیں کہ ان وسائل کو اس طریقے سے

استعمال کیا جائے کہ ان کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری ہو سکیں۔اس وجہ سے اس علم کو "اکنامکس" اور "اقتصاد" کہتے ہیں۔اس نقطہ نظر سے ہر معیشت میں کچھ بنیادی مسائل ہوتے ہیں جن کو حل کئے بغیر وہ معیشت نہیں چل سکتی' عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بنیادی مسائل چار ہوتے ہیں۔

۱)—— ترجیحات کا تعین-(Determination of Priorities)

پہلا مسئلہ جسکو معیشت کی اصطلاح میں "ترجیحات کا تعین" کہا جاتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی ضروریات اور خواہشات بے شمار ہیں اور ان کے مقابلے میں وسائل محدود ہیں۔ظاہر ہے کہ ان محدود وسائل کے ذریعہ تمام ضروریات اور خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں لہذا کچھ ضروریات اور خواہشات کو مقدم کرنا پڑے گا اور کچھ کو مؤخر کرنا پڑے گا۔لیکن کونسی ضرورت کو مقدم کیا جائے اور کونسی ضرورت کو مؤخر کیا جائے ؟ مثلاً میرے پاس پچاس روپے ہیں ان پچاس روپے سے آٹا بھی خرید سکتا ہوں، کپڑا بھی خرید سکتا ہوں 'کسی ہوٹل میں بیٹھ کر ریفریشمنٹ کھانے پر بھی خرچ کر سکتا ہوں۔یہ چار پانچ اختیارات (Options) میرے سامنے ہیں اب میں یہ پچاس روپے ان میں سے کس کام پر خرچ کروں ؟ اس کو "ترجیحات کا تعین" کہا جاتا ہے۔

یہ مسئلہ جس طرح ایک انسان کو پیش آتا ہے اسی طرح پورے ملک اور پوری ریاست کو بھی پیش آتا ہے مثلاً پاکستان کے کچھ قدرتی وسائل ہیں۔کچھ انسانی وسائل ہیں' کچھ معدنی وسائل ہیں، کچھ نقد وسائل ہیں۔یہ سارے وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں ضروریات اور خواہشات لا متناہی ہیں۔اب یہ متعین کرنا پڑے گا کہ ان وسائل کو کس کام میں صرف کیا جائے ؟ اور کس چیز کی پیداوار کو ترجیح دیجائے ؟ اس مسئلہ کا نام "ترجیحات کا تعین" ہے۔

۲) وسائل کی تخصیص-(Allocation of Resources)

دوسرا مسئلہ ہے "وسائل کی تخصیص" ہمارے پاس وسائل پیداوار ہیں یعنی سرمایہ' محنت' زمین' ان کو ہم کن کاموں میں کس مقدار میں لگائیں ؟ مثلاً ہماری زمینیں ہیں' اب کتنی زمین پر ہم گندم کی کاشت کریں ؟ کتنی زمین پر چاول کی کاشت کریں ؟ اور کتنی زمین پر روئی کی کاشت کریں ؟ یا اسی طرح ہمارے پاس کارخانے لگانے کی صلاحیت ہے جس سے ہم کپڑا بھی بنا سکتے ہیں' جوتے بھی بنا سکتے ہیں' اور کھانے پینے کی اشیاء بھی بنا سکتے ہیں' اب کتنے کارخانوں کو کپڑا بنانے میں استعمال کریں ؟ اور کتنے کارخانوں کو جوتے بنانے میں لگائیں اور کتنے کارخانوں کو کھانے پینے کی اشیاء میں استعمال کریں ؟' اس سوال کے تعین کو معیشت کی اصطلاح میں "وسائل کی تخصیص" کہا جاتا ہے۔

۳) آمدنی کی تقسیم—(Distribution of income)

تیسرا مسئلہ ہے "آمدنی یا پیداوار کی تقسیم" یعنی مندرجہ بالا وسائل کو کام میں لگانے کے بعد اس کے نتیجے میں جو پیداوار یا جو آمدنی حاصل ہوئی اس کو کس طرح معاشرے میں تقسیم کیا جائے؟ اور کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے؟ اسکو معاشیات کی اصطلاح میں "آمدنی کی تقسیم" کہا جاتا ہے۔

۴) ------ ترقی -(Development)

چوتھا مسئلہ ہے "ترقی" یعنی اپنی معاشی حاصلات کو کس طرح ترقی دیجائے؟ تاکہ جو پیداوار حاصل ہو رہی ہے وہ معیار کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ اچھی ہو' اور مقدار کے اعتبار سے اس میں اضافہ ہو' اور کس طرح نئی نئی ایجادات اور مصنوعات وجود میں لائی جائیں تاکہ معاشرہ ترقی کرے اور لوگوں کے پاس اسباب معیشت میں اضافہ ہو اور لوگوں کو آمدنی کے ذرائع مہیا ہوں۔ اس مسئلہ کو معاشیات کی اصطلاح میں "ترقی" کہا جاتا ہے۔

یہ چار بنیادی مسائل ہیں جنہیں حل کرنا ہر معاشی نظام کیلئے ضروری ہے' یعنی ترجیحات کا تعین' وسائل کی تخصیص' آمدنی کی تقسیم' اور ترقی۔ پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسائل اگرچہ فطری مسائل ہیں' لیکن ایک نظام کے تحت ان کو سوچنے' ان کا حل تلاش کرنے کی فکر آخر صدیوں میں زیادہ پیدا ہوئی اور اس کے نتیجے میں دو متقابل نظریات ہمارے سامنے آئے ایک سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) اور دوسرا اشتراکی نظام (Socialism)۔

سرمایہ دارانہ نظام

(Capitalism)

سب سے پہلے سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں سمجھئے کہ اس نے ان چار مسائل کو کن بنیادوں پر حل کرنے کا دعویٰ کیا ہے؟ اور ان کو حل کرنے کیلئے کیا فلسفہ پیش کیا ہے؟

سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا یہ ہے کہ ان چاروں مسائل کو حل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہرانسان کو تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں کیلئے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے' اور اسے یہ چھوٹ دی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔ اس سے معیشت کے مذکورہ بالا چاروں مسائل آپ ہی آپ حل ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ جب ہر شخص کی فکر یہ ہوگی کہ میں زیادہ سے زیادہ نفع کماؤں تو ہر شخص معیشت کے میدان میں وہی کام کریگا جس کی معاشرے کو ضرورت ہے۔ اور اس کے نتیجے میں چاروں مسائل خود بخود ایک خاص توازن کے ساتھ طے ہوتے چلے جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ چاروں مسائل خود بخود کس طرح حل ہوں گے؟ اس سوال کے جواب کیلئے تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے۔

اس تفصیل کیلئے مندرجہ ذیل نکات قابل ذکر ہیں:

(۱)--- درحقیقت اس کائنات میں بہت سے قدرتی قوانین کار فرما ہیں' جو ہمیشہ ایک جیسے نتائج پیدا کرتے ہیں' انہی میں سے ایک قانون رسد (Supply) اور طلب (Demand) کا بھی ہے۔ رسد کسی بھی سامانِ تجارت کی اس مجموعی مقدار سے عبارت ہے جو بازار میں فروخت کیلئے لائی گئی ہو اور طلب خریداروں کی اس خواہش کا نام ہے کہ وہ یہ سامانِ تجارت قیمتاً بازار سے خریدیں۔ اب رسد وطلب کا قدرتی قانون یہ ہے کہ بازار میں جس چیز کی رسد طلب کے مقابلے میں زیادہ ہو' اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور جس چیز کی طلب اس کی رسد کے مقابلے میں بڑھ جائے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً گرمی کے موسم میں جب گرمی زیادہ پڑنے لگے تو بازار میں برف کے خریدار زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ برف کی طلب بڑھ گئی۔ اب اگر برف کی مجموعی پیداوار یا بازار میں پائی جانے والی برف کی مجموعی مقدار اس طلب کے مقابلے میں کم ہو' تو یقیناً برف کی قیمت بڑھ جائیگی۔ الّا یہ کہ اس وقت برف کی پیداوار میں اتنا ہی اضافہ ہو جائے جتنا

طلب میں اضافہ ہوا ہے تو پھر قیمت نہیں بڑھے گی۔ دوسری طرف سردی کے موسم میں برف کے خریدار کم ہو جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ برف کی طلب گھٹ گئی۔ اب اگر بازار میں برف کی مجموعی مقدار اس طلب کے مقابلے میں زیادہ ہو تو یقیناً برف کی قیمت میں کمی آجائیگی۔ یہ ایک قدرتی قانون ہے۔ جس کو قانون رسد و طلب (Law of Demand and Supply) کہا جاتا ہے۔

(۲)--- سرمایہ دارانہ نظام کا فلسفہ یہ کہتا ہے کہ رسد و طلب کا یہ قدرتی قانون ہی در حقیقت زراعت پیشہ افراد کیلئے اس بات کا تعین کرتا ہے کہ وہ اپنی زمینوں میں کیا چیز اگائیں۔ اور یہی قانون صنعت کاروں اور تاجروں کیلئے اس بات کا تعین کرتا ہے کہ وہ کیا چیز کتنی مقدار میں بازار میں لائیں۔ اور اس طرح معیشت کے چاروں مذکورہ بالا مسائل خود بخود طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۳)--- طلب و رسد کے قانون سے ترجیحات کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ جب ہم نے ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے آزاد چھوڑ دیا تو ہر شخص اپنے منافع کے خاطر وہی چیز بازار میں لانے کی کوشش کریگا، جس کی ضرورت یا طلب زیادہ ہوگی، تاکہ اسے اس کی زیادہ قیمت مل سکے۔ زراعت پیشہ افراد وہی چیزیں اگانے کو ترجیح دیں گے جن کی بازار میں طلب زیادہ ہے اور صنعت کار وہی مصنوعات تیار کرنے کی کوشش کریں گے جن کی بازار میں زیادہ مانگ ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ ایسی چیزیں بازار میں لائیں، جن کی طلب کم ہے، تو انہیں زیادہ منافع نہیں مل سکے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص اگرچہ اپنے منافع کے خاطر کام کر رہا ہے، لیکن رسد و طلب کی قدرتی طاقتیں اسے مجبور کر رہی ہیں کہ وہ معاشرے کی طلب اور ضرورت کو پورا کرے۔ یہاں تک کہ جب کسی چیز کی پیداوار بازار میں اتنی آجائے کہ وہ اس کی طلب کے برابر ہو جائے تو اب اسی چیز کا مزید پیدا کرنا چونکہ تاجر اور صنعتکار کیلئے نفع بخش نہیں ہوگا، اس لئے اب وہ اس کی پیداوار بند کر دے گا۔ اس طرح معاشرے میں صرف وہی چیزیں پیدا ہوں گی جن کی معاشرے کو ضرورت ہے۔ اور اتنی ہی مقدار میں پیدا ہوں گی جتنی اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے واقعتاً درکار ہے۔ اور اسی کا نام ترجیحات کا تعین ہے۔

(۴) وسائل کی تخصیص۔(Allocation of Resources)

اس کا تعلق بھی در حقیقت ترجیحات کے تعین ہی سے ہے، جب کوئی شخص ترجیحات کا باقاعدہ تعین کر لیتا ہے تو اسی حساب سے موجودہ وسائل کو مختلف کاموں میں لگاتا ہے۔ لہٰذا رسد و طلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وسائل کی تخصیص کا کام بھی ساتھ ساتھ انجام دیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہر شخص اپنے

وسائل یعنی زمین ' سرمایہ اور محنت کو اسی کام میں لگاتا ہے تاکہ وہ ایسی چیزیں بازار میں لاسکے جن کی بازار میں طلب زیادہ ہے اور اسے منافع زیادہ حاصل ہو۔ لہٰذا رسد و طلب کے قوانین کے ذریعہ وسائل کی تخصیص کا مسئلہ بھی خود بخود طے ہو جاتا ہے۔

۵---- تیسرا مسئلہ آمدنی کی تقسیم کا ہے۔ یعنی عمل پیدائش کے نتیجے میں جو پیداوار یا آمدنی حاصل ہوئی' اسے معاشرے میں کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے؟ سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا یہ ہے کہ جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ انہی عوامل کے درمیان تقسیم ہونی چاہئے جنہوں نے پیدائش کے عمل میں حصہ لیا۔ سرمایہ دارانہ فلسفے کے مطابق یہ عوامل کل چار ہیں۔

۱۔ زمین ۲۔ محنت ۳۔ سرمایہ ۴۔ آجر یا تنظیم۔

آجر یا تنظیم سے مراد وہ شخص ہے جو ابتداءً کسی عمل پیدائش کا ارادہ کر کے پہلے تین عوامل کو اس کام کے لئے اکٹھا کرتا ہے اور نفع نقصان کا خطرہ مول لیتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا یہ ہے کہ عمل پیدائش کے نتیجے میں جو کچھ آمدنی ہو وہ اس طرح تقسیم ہونی چاہئے کہ زمین مہیا کرنے والے کو کرایہ دیا جائے' محنت کرنے والے کو اجرت دی جائے۔ سرمایہ فراہم کرنے والے کو سود دیا جائے۔ اور وہ آجر جو اس عمل پیدائش کا اصل محرک تھا' اسے منافع دیا جائے۔ یعنی زمین کا کرایہ محنت کی اجرت اور سرمایہ کا سود ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ آجر کا منافع ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تعین کس طرح ہو کہ زمین کو کتنا کرایہ دیا جائے گا؟ محنت کو کتنی اجرت دی جائے گی؟ اور سرمایہ کو کتنا سود دیا جائے گا؟ اس سوال کے جواب میں سرمایہ دارانہ فلسفہ پھر اس قانون رسد و طلب کو پیش کرتا ہے' یعنی یہ کہتا ہے ان تینوں عوامل کے معاوضے کا تعین ان کی طلب و رسد ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ان عوامل میں سے جس عامل کی طلب زیادہ ہوگی اس کا معاوضہ بھی اتنا زیادہ ہو گا۔

فرض کیجئے کہ زید ایک کپڑے کا کارخانہ لگانا چاہتا ہے چونکہ وہ اس صنعت کے قائم کرنے کا محرک ہے اور وہی نفع نقصان کا خطرہ مول لیکر عوامل پیداوار کو اکٹھا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے معاشی اصطلاح میں اس کو "آجر" (Entrepreneur) کہا جاتا ہے۔ اب اسے کارخانہ لگانے کے لئے پہلے تو زمین کی ضرورت ہے۔ اگر زمین اس کے پاس نہیں ہے تو اسے کہیں سے کرایہ پر لینی پڑے گی۔ اب اس کرایہ کا تعین زمین کی رسد و طلب کی بنیاد پر ہو گا۔ یعنی اگر زمین کرایہ پر دینے والے بہت سے ہیں یعنی زمین کی رسد زیادہ ہے اور لینے والے اس کے مقابلے میں کم ہیں یعنی طلب کم ہے تو زمین کا کرایہ سستا ہو گا اور اگر اس کے برعکس صورت ہو تو زمین کا کرایہ مہنگا ہو گا۔ اس طرح رسد و طلب